از مولانا محمد عیسیٰ منصوری

حالت جنگ میں انسانی حقوق کی پاسداری اور اسلامی تعلیمات

آج کل مغربی میڈیا اسلام کو سب سے زیادہ نشانہ انسانی حقوق کے حوالہ سے بنا رہا ہے۔ مغرب دنیا پر اپنی سیاسی، عسکری، علمی، فکری اور تمدنی بالادستی اور ذرائع ابلاغ پر مکمل تسلط کی بدولت بزعم خود انسانی حقوق کا چیمپئن بن بیٹھا ہے۔ اس کی پوری کوشش ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے کسی طرح اسلام کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے۔ ہم اس مضمون میں انسانی حقوق کے صرف ایک چھوٹے سے پہلو یعنی جنگی حالات میں انسانی حقوق کے حوالے سے علمی و تاریخی طور پر معروضی حقائق کی روشنی میں جائزہ لیں گے۔

اسلام نے جنگ کے متعلق جو اصلاحی و انقلابی نظریہ پیش کیا ہے اور حالت جنگ میں بنی نوع انسان کے حقوق کی جس طرح پاسداری و تحفظ کیا اس کا ذکر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ نزول قرآن کے وقت پوری دنیا میں جنگ کا جو تصور، طریقہ کار اور عملی صورت حال تھی اس پر ایک نظر ڈالیں کیونکہ اس کے بغیر اسلام کی دور رس انقلابی اصلاحات کی اہمیت کما حقہ نہیں سمجھی جا سکتی۔

نزول قرآن کے وقت عرب کی حالت

اسلام سے پہلے عربوں کے نزدیک لڑائی سے زیادہ پسندیدہ اور مرغوب کوئی چیز نہیں تھی۔ عرب میدان جنگ کے علاوہ کہیں اور مرنے کو اپنے لیے عار اور ذلت سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک جنگوں کا مقصد قتل و غارت گری، لوٹ مار، اموال پر قبضہ، غلام باندی بنانے کا شوق، حسین لڑکیوں کا حصول، زرخیز علاقوں، باغات، چراگاہوں اور پانی کے چشموں پر قبضہ کرنا ہوتا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب میں جتنی بھی بڑی لڑائیاں لڑی گئیں وہ عموماً اپنے تفاخر، غرور اور بڑائی کے اظہار سے شروع ہوئیں۔ عرب کی مشہور لڑائی حرب بسوس جو بنی تغلب اور بنی بکر بنی وائل کے درمیان چالیس برس تک جاری رہی صرف اس بات سے شروع ہوئی تھی کہ بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کی چراگاہ میں بنی بکر بنی وائل کے ایک مہمان کی اونٹنی گھس گئی تھی۔ جب تک دونوں قبائل پوری طرح تباہ نہیں ہو گئے ان کی تلواریں میان میں نہیں گئیں۔ دوسری بڑی لڑائی جو حرب داحس کے نام سے مشہور ہے محض اس بات سے شروع ہوئی تھی کہ بنی عبس کے سردار قیس بن زہیر کے دو تیز رفتار گھوڑے دوڑ کے مقابلہ میں بنی بدر کے سردار حذیفہ بن بدر سے آگے نکل رہے تھے۔ یہ جنگ بھی تقریباً نصف صدی تک جاری رہی۔ اس وقت تک نہیں رکی جب تک دونوں قبیلوں کے گھوڑوں اور اونٹوں کی نسل منقطع ہونے کے قریب نہیں پہنچ گئی۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے دو بڑے قبیلوں اوس اور خزرج کی مشہور لڑائی جس کا سلسلہ آنحضرتؐ کے مدینہ منورہ پہنچنے تک تقریباً ایک صدی جاری رہا، اس بات پر شروع ہوئی تھی کہ بنی قینقاع کے بازار میں ایک قبیلہ نے تعلی اور فخر سے اعلان کر دیا کہ میرا حلیف قبیلہ زیادہ اشرف و افضل ہے۔ اسی طرح پہلی حرب فجار عکاظ کے میدان میں بنی کنانہ کے ایک شخص کے فخر و مباہات کے بڑے بول سے ہوئی جس سے نہ صرف کنانہ و ہوازن بلکہ دونوں کے حلیف قبائل عرصہ دراز تک لڑتے لڑتے بدحال ہو گئے۔

ایران اور روم کا طریق جنگ

جنگوں کے حوالے سے یہ تو جاہل وحشی عربوں کا حال تھا۔ اس وقت دنیا میں دو سپر طاقتیں تھیں جو اپنی تہذیب و تمدن پر نازاں تھیں۔ دونوں نے دنیا کے بڑے حصہ کی بندر بانٹ کر رکھی تھی۔ ایک پرشین امپائر، دوسری رومن امپائر۔ دنیا کی اکثر اقوام (عرب، مشرق وسطیٰ، شمال بھارت یورپ) ان دونوں میں سے کسی کے زیر اثر تھی۔ ان کا حال بھی عربوں سے مختلف نہ تھا۔ شہنشاہ ایران قباد (۵۰۱ء، ۵۳۱ء کے زمانہ میں) جب حکومت ایران کے ایما پر حیرہ کے بادشاہ منذر نے شام پر چڑھائی کی تو انطاکیہ میں چار سو راہبات (عیسائی مبلغہ) کو پکڑ کر اپنے بت عزیٰ پر ذبح کر دیا۔ اور جب خسرو پرویز نے سلطنت روم کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اپنی تمام مملکت میں مسیحی رعایا کے کلیسا مسمار کرا دیے اور مسیحیوں کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔ سینٹ ہلینا اور قسطنطین کے عظیم الشان گرجاگروں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ نوے ہزار عیسائیوں کو قتل و قید کیا۔ خود ایران میں جب مانی نے اپنے نظریات کا پرچار کیا تو شاہ ایران بہرام نے ایسی شدید کاروائی کی کہ اس کے ایک ایک ماننے والے کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا اور خود مانی کو گرفتار کر کے اس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا کر جنڈی سابور کے دروازے پر لٹکا دیا۔ جب رومن شہنشاہ ہرقل کے سفیر صلح کا پیغام لے کر خسرو پرویز کے دربار میں پہنچے تو خسرو نے ان کے رئیس کی کھال کھنچوا ڈالی اور باقی سفیروں کو قید کر دیا۔ ہرقل کے نام جو خط لکھا وہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"خداوند بزرگ وفرمانروائے عالم کی جانب سے اس کے احمق وکمینہ غلام ہرقل کے نام"

اسی طرح عادل کہلانے والے ایرانی شہنشاہ نوشیرواں نے ۵۷۲ء میں جب شام پر حملہ کیا تو تقریباً ۳ لاکھ شامیوں کو پکڑ کر ایران بھیج دیا اور ملک کی حسین لڑکیاں گرفتار کر کے ایلخان اتراک کے پاس بھیج دیں تا کہ وہ رومیوں سے اتحاد ختم کرے۔ دوسری جانب ۷۱ء میں جب رومی شہنشاہ ٹیٹوس نے بیت المقدس فتح کیا تو پورے علاقہ کی حسین لڑکیاں اس کے لیے چن لی گئیں اور تمام بالغ لڑکے اور مرد پکڑ کر مصری کانوں میں مشقت کے لیے روانہ کر دیے گئے۔ اہرام جیسے عجائبات کے نیچے ایسے ہی ہزار ہا بدقسمت غلاموں کی لاشیں دبی ہیں اور ایمی تھیٹروں اور کلوزیسموں میں نمائش بینوں کے آگے جنگلی درندوں سے پھڑوانے اور شمشیرزنوں سے کٹوانے کے لیے بھیج دیے گئے۔ ۹۷ ہزار قیدیوں میں سے گیارہ ہزار صرف اس وجہ سے مر گئے کہ نگہبانوں نے انہیں کھانے کو نہیں دیا۔ صرف بیت المقدس کے شہر میں جو لوگ قتل عام کی بھینٹ چڑھے ان کی تعداد ایک لاکھ پینتیس ہزار سات سو انچاس ہے۔ اس کے علاوہ دمشق، انطاکیہ حلب وغیرہ دوسرے شہروں میں بھی انسانیت کا یہی حشر ہوا۔ قیصر روم قیصر جسٹنین نے جب افریقہ کے وانڈالوں پر چڑھائی کی تو پوری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار نبرد آزما مردوں کے علاوہ کسی عورت' بچے بوڑھے کو زندہ نہ چھوڑا۔ جب روک وہیوکن سیاح نے اس ملک میں قدم رکھا تو آبادی کی کثرت' تجارت' زراعت' خوشحالی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔ اس کے بیس سال بعد قیصر روم نے ۵۰۸ء میں اس خوش حال ملک کی آبادی کو اس طرح فنا کے گھاٹ اتارا کہ یورپ کا مشہور مورخ گبن لکھتا ہے "سارا ملک اس طرح تباہ ہوا کہ ایک سیاح سارا دن گھومتا مگر کسی آدم زاد کی شکل دکھائی نہ دیتی۔" خود یورپ میں گاتھوں کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ ان کی آبادی کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کے بادشاہ ٹوٹیلا کو قتل کر کے اس کے تخت وتاج کے ساتھ بدن کے کپڑے تک اتار کر قیصر روم جسٹنین کے پاس بھیج دیے گئے۔ نزول قرآن تک بدقسمت مفتوح قوموں کے گرفتار شدہ مردوں (غلاموں) کا ایک مصرف فاتح اقوام کو کھیل وتفریح بہم پہنچانا بھی ہوتا تھا۔ رومیوں کے یہ تفریحی کھیل اتنے بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے کہ ہزار ہا آدمیوں کو بیک وقت تلواروں سے قتل ہونے کا تماشا دکھانا پڑتا۔ ٹیوس جس مغرب میں نسل انسانی کا لاڈلا کہا جاتا ہے (Darling of the human Race) نے ایک بار پچاس ہزار درندوں کو پکڑوا کر تفریح طبع کے لیے کئی ہزار یہودیوں کے ساتھ ایک احاطہ میں چھوڑ دیا۔ اسی طرح یورپ کے ٹراجان کے کھیلوں میں گیارہ ہزار درندے اور دس ہزار آدمی ایک ساتھ لڑائے جاتے تھے۔ یہ کھیل آخری شخص کے باقی رہنے تک جاری رہتے۔ اس دور میں شکست کھانے والی بد قسمت قوموں کے لیے قتل ہو جانا سب سے باعزت اور بہتر راستہ تھا۔ دوسرا راستہ غلامی کا تھا جو بقول فیرا وہ ذلت کے بچپن' مشقت کی جوانی اور بے رحمانہ غفلت کے بڑھاپے میں پیدائش سے موت تک کے مراحل طے کرتے۔ رومیوں کی فتوحات جب وسیع ہوئیں تو کروڑوں مقتولوں کے علاوہ غلاموں کی تعداد ۶ کروڑ تک پہنچ گئی۔ رومی ویونانی اپنے علاوہ سب قوموں کو وحوش و بربرہ کہتے۔ ان قوموں کے لیے ان کے پاس قتل یا غلامی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ارسطو جیسا معلم اخلاق بے تکلف لکھتا ہے کہ قدرت نے بربرہ (غیر یونانی) اقوام کو محض غلامی کے لیے پیدا کیا۔ دوسرے مقام پر حصول دولت وثروت کے جائز و معزز طریقے گناتے ہوئے کہتا ہے' ان اقوام (غیر یونانیوں) کو غلام بنانا بھی ان میں شامل ہے۔

اسلام سے پہلے جنگوں کا مقصد

اسلام سے پہلے مختلف قوموں' ملکوں یا مذاہب میں جو لڑائیاں ہوتی تھیں ان میں حکام وسلاطین کے سامنے جنگ کا کوئی مقصد یا اخلاقی نصب العین نہیں ہوتا تھا۔ محض اقتدار کو وسعت دینا اور اپنی برتری جتانا مقصود ہوتا۔ جنگ کے مواقع پر عام باشندوں کا جو انبوہ عظیم ساتھ ہوجاتا' ان کا مقصد عیش وعشرت کے لیے مال ودولت' لونڈی' غلام اور شہوت رانی کے لیے خوبصورت لڑکیاں حاصل کرنا ہوتا۔ اس لیے جب فوجیں کسی ملک پر حملہ آور ہوتیں تو بچے' بوڑھے' عورتیں' جانور' درخت' عبادت گاہیں کوئی چیز ان کے دست ستم سے نہیں بچتی تھی۔ جو لوٹا جا سکتا لوٹ لیا جاتا اور جو نہ لوٹا جا سکتا اسے توڑ پھوڑ اور جلا کر خاک کر دیا جاتا۔

یہودی' ہندو مذہب میں جنگ کا مقصد اور طریق

اسلام سے پہلے دنیا میں جو بڑے مذاہب موجود تھے ان میں عیسائیت اور بدھ مذہب میں تو سرے سے کسی بھی حالت میں جنگ کا تصور ہی نہیں۔ ان مذاہب میں انسان کی نجات نفس کشی اور رہبانیت یعنی کاروبار دنیا سے فرار اور کنارہ کشی اختیار کرنے میں رہے۔ یہ مذاہب شر وفساد' ظلم وطغیان کو ختم کرنے کی کوشش کے بجائے انسان کو اس سے فرار اختیار کرنے اور پہاڑوں' جنگلات میں بھاگ جانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ البتہ یہودی اور ہندو مذہب میں نہ صرف جنگ کا تصور موجود ہے بلکہ ان کی بیشتر مذہبی کتابیں درحقیقت جنگوں کی رزمیہ داستانیں ہی ہیں۔ موجودہ توراۃ میں کثرت سے لڑائیوں کا ذکر آیا ہے اور جگہ جگہ لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ توراۃ میں بہت سی جگہوں پر ہر مرد کو قتل کرنے' عورتوں' لڑکوں' مویشی اور دیگر مال واسباب کو لوٹ لینے' ہر سانس لیتی چیز (جاندار) کو قتل کرنے' باغوں کو کاٹ دینے' عمارتوں' مندروں' معبدوں اور بتوں کو توڑ ڈالنے کا حکم ملتا ہے۔ کنواری لڑکیوں کے علاوہ سب کو موت کے گھاٹ اتار دینے' بازیادہ سے زیادہ رحم کر کے غلام بنا لینے کا حکم ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب کے بنیادی ماخذ (چاروں وید' بھاگوت' گیتا' منو سمرتی)